مباھلہ اور اہل بیت علیہم السلام کی عظمت اور فضیلت

امیر المومنین علیہ السلام کی خلافت اور مباھلہ کا واقعہ

حضرت آیت اللہ حسینی قزوینی: کے بیانات سے اقتباس

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا مسیحیوں کے ساتھ مباھلہ کی مختصر وضاحت

سورہ ی آل عمران کی آیت 61 کے مطابق مباھلہ کا واقعہ کچھ اس طرح ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے مختلف مکاتب فکر اور ادیان والوں سے بحث و مناظرہ کیا اور ان کے سامنے اپنے موقف اور اس کی دلیل پیش کی۔ اب ان میں سے بعض آپ نے پر ایمان لایا اور بعض نے ہٹ دھرمی اور کٹ حجتی سے کام لیا اور آپ پر ایمان نہیں لایا۔ انہیں گروہوں میں سے ایک نجران کے نصاری تھے انہوں نے آپ کی دعوت کے سامنے کٹ ہجتی سے کام لیا۔ گزشتہ ادیان میں یہ رسم تھی کہ اگر دو شخصوں میں کسی عقیدتی مسئلہ میں بنیادی اختلاف ہو تو ایک دوسرے سے "مباھلہ "یا" ملاعنہ" کرتے تھے۔ مباھلہ کا معنی ایک دوسرے پر لعنت کرنا اور جو باطل پر ہو اس پر عذاب کے ڈالنے کے لئے اللہ سے دعا کرنا ہے۔

مباھلہ اسلامی معجزات میں سے ایک ہے اور ائمہء (علیہم السلام) نے بھی اعتقادی اور مذھبی مسائل میں مخالفین سے مباھلہ کرنے کی سفارش کی ہے۔

مباھلہ کی کچھ شرائط اور آداب بھی ذکر ہوئے ہیں جیسے روزہ رکھنا اور بعض دعائیں۔

اہل سنت کی کتابوں میں مباھلہ کا واقعہ

مباھلہ کے بارے میں بہت سی باتیں ہوسکتی ہیں لیکن ہم یہاں اہل سنت کی کتابوں سے اس واقعے کے بارے میں بعض مطالب کی طرف اشارہ کرتے ہیں اور پھر بعد میں بعض اہم نکات کی طرف اشارہ کریں گے مثلا یہ نکتہ کی مباھلہ امیر المومنین (سلام اللہ علیہ) کی امامت اور جانشینی پر بہت ہی قوی دلیل ہے.

(فَمَنْ حَاجَّكَ فيهِ مِنْ بَعْدِ ما جاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعالَوْا نَدْعُ أَبْناءَنا وَ أَبْناءَكُمْ وَ نِساءَنا وَ نِساءَكُمْ وَ أَنْفُسَنا وَ أَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَعْنَتَ اللهِ عَلَى الْكاذِبين){سورہ آل عمران کی آیت 61}

چنانچہ اب آپ کو علم (اور وحی) پہنچنے کے بعد، جو بھی اس (حضرت عیسی) کے بارے میں آپ سے کٹ حجتی کرے، تو کہہ دیجیے کہ آؤ! ہم اپنے بیٹوں کو اور تمہارے بیٹوں، اور اپنی عورتوں اور تمہاری عورتوں، اور اپنے نفسوں کو اور تمہارے نفسوں کو، بلا لیں، پھر التجا کریں اور اللہ کی لعنت قرار دیں جھوٹوں پر۔

جیسا کہ سعد بن ابی وقاص نے معاویہ کی طرف سے حضرت امیر المومنین علیہ السلام کو برا بلا کہنے کے حکم کو ماننے سے انکار کیا اور اس کی جو دلائل پیش کی ان میں سے ایک یہی آل عمران کی آیت کا ان کے حق میں نازل ہونے کو بیان کیا،

مسلم نیشابوری نے صحیح مسلم میں نقل کیا ہے:

عامر ابن سعد ابن ابی وقاص سعد ابن ابی وقاص سے نقل کرتا ہے کہ: معاویہ نے سعد سے کہا: تم علی پر سب و شتم کیوں نہیں کرتے ہو؟

سعد نے کہا: جب تک مجھے تین چیزیں یاد ہونگی کبھی بھی ان پر سبّ و شتم نہیں کروں گا اور اگر ان تین باتوں میں سے ایک کا تعلق مجھ سے ہوتا تو میں اس کو سرخ بالوں والے اونٹوں سے زیادہ دوست رکھتا، بعد ازاں سعد ان تین باتوں کا ذکر کرتا ہے اور کہتا ہے کہ: اور تیسری بات یہ تھی

» وَلَمَّا نَزَلَتْ هذه الْآيَةُ ﴿فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَأَبْنَاءَكُمْ﴾ دَعَا رسول اللهِ صلى الله عليه وسلم عَلِيًّا وَفَاطِمَةَ وَحَسَنًا وَحُسَيْنًا فقال اللهم هَؤُلَاءِ أَهْلِي «

کہ جب آیت نازل ہوئی، تو رسول خدا (ص) نے علی، فاطمہ اور حسن و حسین (ع) کو اپنے پاس بلایا اور فرمایا:

اللهم هؤلاء اهل بيتى، یعنی خداوندا! یہ میرے اہل بیت ہیں۔

(صحيح مسلم، مسلم بن الحجاج أبو الحسين القشيرى النيسابورى، (متوفاى 261)، دار النشر: دار إحياء التراث العربي، بيروت، تحقيق: محمد فؤاد عبد الباقى، ج4، ص1871، ح2404)

اهل سنت کے بزرگ لوگ دقت کریں یہ « صحیح مسلم » ہے اس میں نقل ہوا ہے « دعا رسول الله عليا » علی کو بلایا۔ یہاں یہ نہیں کہ « دعا عمرا و ابابكرا و... » . عمر اور ابو بکر۔۔۔ کو بلایا « و فاطمه » کو بلایا، یہ نہیں کہا ہے "حفصه اور عایشه کو بلایا! « وحسنا وحسيناً » ، یعنی حسن اور حسین علیہما السلام کو بلایا، یہ نہیں کہا ہے: سعد بن وقاص و عبد اللہ زبیر اور۔۔۔۔ کو بلایا!

یہاں آپ نے صرف ان ہستیوں کو میدان میں لا کر فرمایا: یہی میرے اہل بیت ہیں۔ ایسا جناب عائشہ اور حفصہ کے بارے میں نہیں فرمایا۔

» ابن کثیر دمشقی سلفی » نے اس کو اس طرح نقل کیا ہے:

فأخذ بيد علی و فاطمة و الحسن الحسين.

پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے مباهلہ کے لئے حضرت علی، فاطمہ، حسن اور حسین علیہم السلام کے ہاتھوں کو پکڑا۔

(تفسير القرآن العظيم، إسماعيل بن عمر بن كثير الدمشقی أبو الفداء، (متوفای 774)، دار النشر: دار الفكر، بيروت، 1401، ج1، ص371)

دیکھیں یہاں بھی جناب عمر، ابو بکر، حفصہ اور عایشہ کے ہاتھ پکڑنے اور انہیں بھی دعوت دینے کی باتیں ذکر نہیں ہے۔

ابن کثیر آگے لکھتا ہے:

» قال جابر ﴿أنفسنا و أنفسكم﴾ رسول الله صلی الله عليه و سلم وعلی بن أبی طالب « .

» انفسنا » سے مراد امیر المومنین (سلام اللہ علیہ) ہیں کہ جو آنحضرت کی جان کی مانند ہے. « ابناءنا » سے مراد امام حسن و امام حسین ہیں اور « نساءنا » سے مراد جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا ہیں۔ اسی طرح ابن کثیر کہتا ہے: مستدرک میں یہی روایت نقل ہوئی ہے اور وہ صحیح مسلم کی شرائط کے مطابق صحیح ہے لیکن انہوں نے اس کو نقل نہیں کیا ہے۔

» حاکم نیشابوری » نے اس روایت کو « معرفة علوم الحديث » میں یوں نقل کیا ہے:

» وقد تواترت الأخبار فی التفاسير عن عبد الله بن عباس وغيره أن رسول الله صلی الله عليه و سلم أخذ يوم المباهلة بيد علی وحسن وحسين وجعلوا فاطمة وراءهم ثم قال هؤلاء أبناءنا و أنفسنا ونساؤنا فهلموا أنفسكم و أبناءكم ونساءكم ثم نبتهل فنجعل لعنة الله علی الكاذبين. «

متواتر روایتیں ابن عباس اور دوسروں سے نقل ہوئی ہیں کہ مباهلہ کے دن پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے حضرت علی، حضرت فاطمہ اور حسن و حسین علیہم السلام کے ہاتھوں کو پکڑا اور فرمایا: اے اللہ! یہ بیٹے، بیٹیاں اور ہماری جانیں ہیں پس تم لوگ بھی اپنے بیٹوں، بیٹیوں اور نفسوں کو لے کر آو اور پھر ہم ایک دوسرے سے مباهلہ کرتے ہیں اور جھوٹوں پر اللہ کی لعنت بھیجتے ہیں۔

معرفة علوم الحديث، أبو عبد الله محمد بن عبد الله الحاكم النيسابوری، (متوفای 405)، دار النشر: دار الكتب العلمية، بيروت، 1397هـ - 1977م، الطبعة: الثانية، تحقيق: السيد معظم حسين، ج1، ص50

» ابراهيم بن محمد بيهقی » نے اس واقعے کو یوں نقل کیا ہے:

» من أفضل أصحاب رسول الله، صلی الله عليه و سلم (امجد علوی) فقال: أبو بكر وعمر وعثمان و طلحة و الزبير و سعد و سعيد وعبد الرحمن بن عوف و أبو عبيدة بن الجراح. فقال له: فأين علی بن أبی طالب، رضی الله عنه (امجد علوی) قال: يا هذا تستفتی عن أصحابه أم عن نفسه (امجد علوی) قال: بل عن أصحابه. قال: إن الله تبارك و تعالی يقول: (قل تعالوا ندع أبناءنا و أبناءكم ونساءنا ونساءكم و أنفسنا و أنفسكم)، فكيف يكون أصحابه مثل نفسه؟

رسول اللہ کے اصحاب میں سے افضل کون ہیں ؟ کہا: ابو بکر، عمر، عثمان اور ... راوی نے کہا. پیغمبر کے اصحاب کو تو گن کر بتایا لیکن علی ابن بی طالب علیہ السلام کا ذکر نہیں کیا۔ جواب دیا: اصحاب کے بارے میں سوال کیا تھا یا پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کی جان کے بارے میں ؟ جواب دیا: پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے اصحاب کے بارے میں سوال کیا تھا۔ تو یہ جو میں نے بتایا یہ سب اصحاب پیغمبر تھے۔ اس کے بعد مباہلہ والی آیت کی تلاوت کی اور کہا : کیسے ہو سکتا ہے کہ اصحاب، جان پیغمبر کی طرح ہو

المحاسن والمساوئ، إبراهيم بن محمد البيهقي، (متوفای320)، دار النشر: دار الكتب العلمية - بيروت / لبنان- 1420هـ - 1999م، الطبعة: الأولى، تحقيق: عدنان على، ج1، ص38.

عجیب: کسی نے بھی اس عقیدے کا اظہار کی وجہ سے البيهقي کو شیعہ نہیں کہا ہے.

»ابوسعید الخادمی، نے ،بريقة محمودية" میں نقل کیا ہے:

» آيَةُ الْمُبَاهَلَةِ (نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَأَبْنَاءَكُمْ وَنِسَاءَنَا وَنِسَاءَكُمْ وَأَنْفُسَنَا وَأَنْفُسَكُمْ) لِأَنَّ الْمُرَادَ بِالْأَنْفُسِ عَلِيٌّ لِأَنَّ الْأَخْبَارَ الصَّحِيحَةَ أَنَّهُ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعَا عَلِيًّا إلَى هَذَا الْمَقَامِ«.

آیہ مباھلہ میں جان پیغمبر سے مراد علی بن ابی طالب ہیں، کیونکہ بہت سی صحیح روایتیں اس پر دلالت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی علیہ مباھلہ کے دن حضرت علی علیہ السلام کو ہی بلایا۔

بريقة محمودية، أبو سعيد محمد بن محمد الخادمي (متوفای: 1156)، ج2، ص7 بر اساس نرم افزار الجامع الكبير،

زمخشری نے نقل کیا ہے:

زمخشری اہل سنت کے معروف مفسر ہیں سبھی انہیں جانتے ہیں، انہوں نے بھی اسی آیت میں ﴿أَبْنَاءَنَا وَأَبْنَاءَكُمْ﴾ کے بارے میں بحث کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے جناب حسنین، جناب فاطمہ اور حضرت علی علیہم السلام کا ہاتھ پکڑ کر میدان مباھلہ میں آیا اور پھر:

فقال أسقف نجران يا معشر النصارى إني لأرى وجوها لو شاء الله ان يزيل جبلا من مكانه لأزاله بها فلا تباهلوا فتهلكوا ولا يبقى على وجه الأرض نصراني إلى يوم القيامة فقالوا يا أبا القاسم رأينا ان لا نباهلك وان نقرك على دينك ونثبت على ديننا قال (فإذا أبيتم المباهلة فأسلموا يكن لكم ما للمسلمين وعليكم ما عليهم) فأبوا قال (فإني أناجزكم-

نجران کے پادری نے کہا: اے اہل نصارا! میں ایسے چہرے دیکھ رہا ہوں کہ اگر یہ شخص (محمدؐ) ان کو وسیلہ بنا کر خدا سے دعا کرے کہ پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ جائے تو ضرور ہٹ جائے گا۔ خبر دار ان کے ساتھ ہرگز مباہلہ نہ کرنا، ورنہ روئے زمین پر قیامت تک کوئی نصرانی نہیں رہے گا۔

پھر انہوں نے کہا اے اباالقاسم! ہم مباہلے نہیں کرتے ہیں، ہم آپ کے دین کو نہیں مانتے اور ہم اپنے ہی دین پر ثابت قدم رہیں گے۔ اس پر آپ نے فرمایا: اگر مباہلہ نہیں کرتے ہیں تو پھر اسلام قبول کرو، ایسا کرنے کی صورت میں مسلمانوں کے برابر تم لوگوں کو حق بھی ہو گا۔ لیکن ان لوگوں نے اسلام قبول کرنے سے انکار کیا اور جزیہ دینے پر راضی ہوئے۔

رسول اللہ (ص) نے بعد ازاں فرمایا: اس خدا کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، کہ ہلاکت اور تباہی نجران والوں کے قریب پہنچ چکی تھی۔ اگر وہ میرے ساتھ مباہلہ کرتے تو بے شک سب بندروں اور خنزیروں میں بدل کر مسخ ہو جاتے اور بے شک یہ پوری وادی ان کے لیے آگ کے شعلوں میں بدل جاتی اور حتی کہ ان کے درختوں کے اوپر کوئی پرندہ باقی نہ رہتا اور تمام عیسائی ہلاک ہو جاتے۔

الکشاف عن حقائق التنزیل وعیون الأقاویل فی وجوہ التأویل، أبو القاسم محمود بن عمر الزمخشری الخوارزمی (متوفای 538)، دار النشر: دار إحیاء التراث العربی - بیروت، تحقیق: عبد الرزاق المهدی، ج1، ص396

زمخشری آگے لکھتا ہے: جناب عایشہ کہتی ہے کہ آیت تطهیر {33 سورہ احزاب} کے نزول کے وقت بھی پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے امام حسن، امام حسین، حضرت زہرا اور حضرت علی علیہم السلام کو چادر کے نیچے قرار دے کر فرمایا: ﴿انما یرید اللہ لیذهب عنکم الرجس اهل البیت﴾

زمخشری ان دو آیات کو ایک ساتھ نقل کر کے اس بات کی وضاحت کرتے ہیں کہ اھل بیت سے یہی ہستیاں مراد ہیں، نہ جناب عائشہ اس میں داخل ہے نہ حفصہ، یہاں تک کہ جناب خدیجہ بھی اس میں داخل نہیں ہے۔

زمخشری ایک خوبصورت بات کرتے ہیں:

»وخص الأبناء والنساء لأنهم أعز الأهل وألصقهم بالقلوب وربما فداهم الرجل بنفسه وحارب دونهم حتی یقتل«

پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے {الأبناء والنساء} بیٹے اور نساء مفہوم کے اعتبار سے عام ہونے کے باوجود مصداق کے اعتبار سے ابناء کو حسنین میں اور نساء کو جناب فاطمہ کے ساتھ خاص کر دیا اور انہیں لوگوں کو صرف میدان میں لایا۔ کیونکہ یہی {بیٹے اور بیٹیاں} انسان کے سب سے عزیز لوگ ہوتے ہیں اور یہی دل کے زیادہ نزدیک ہوتے ہیں، بسا اوقات انسان انہیں پر اپنی جان نثار کرتا ہے۔

الکشاف عن حقائق التنزیل وعیون الأقاویل فی وجوہ التأویل، أبو القاسم محمود بن عمر الزمخشری الخوارزمی (متوفای 538)، دار النشر: دار إحیاء التراث العربی - بیروت، تحقیق: عبد الرزاق المهدی، ج1، ص396

لہذا زمخشری یہ پیغام دینا چاہتے ہیں انہیں لوگوں کو لے کر میدان مباہلہ میں گئے، کیونکہ یہی ہستیاں آپ کے نزدیک سب سے عزیز تھیں یہی سب سے زیادہ آپ کے نزدیک عزیز شخصیتیں تھیں۔

»وفیه دلیل لا شیء أقوی منه علی فضل أصحاب الکساء علیهم السلام، وفیه برهان واضح علی صحة نبوة النبی«

زمحشری کہتے ہیں: یہ آیت مباہلہ اصحاب کساء کی فضیلت پر سب سے قوی دلیل ہیں، اس سے قوی دلیل ان کی فضیلت پر موجود نہیں ہے اور اسی میں نبی کی نبوت کی حقانیت کی روشن دلیل بھی ہے۔

یعنی ہمارے پیارے نبی اپنی نبوت کو ثابت کرنے کے لئے دلیل پیش کرنا اور اپنی صداقت پر گواہ لانا چاہتے ہیں، اب یہاں دیکھیں آپ کن کو لے کر آئے ہیں؟ یہاں امیر المومنین علیہ السلام کو لے کر گئے کہ جو آپ کے بعد آپ کا جانشین ہیں۔

سوال: کیا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی نبوت کے گواہ ہوں، اب اگر آپ نے اپنے بعد کسی کو اپنا جانشین نہیں بنایا ہو اور جانشین بنانے کے کام کو لوگوں پر چھوڑا ہو۔ تو ان دو آیات کو سامنے رکھے تو کیا یہ اس بات پر دلیل نہیں ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام اصحاب سے افضل اور رسول اللہ ص کے نذدیک سب سے محبوب ہستی نہیں ہے۔؟

"لہذا مندرجہ بالا آیت کی تفسیر میں صحیح تفسیر یہ ہے کہ امیر المومنین کو نفس رسول اللہ {ص} کہنے کا مطلب آپ دونوں کا خصوصیات اور صفات میں ایک جیسے ہونے، ایک کا دوسرے میں حلول کرنا اور دونوں کا جسمی طور پر بھی ایک ہونا مراد نہیں ہے۔

اور جب یہ بات ثابت ہوئی کہ یہاں فضیلتوں میں ایک جیسا ہونا مراد ہے تو یہ بات بھی ثابت ہو جاتی ہے کہ جناب امیر المومنین علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے بعد آپ کا حقیقی جانشن ہیں کوئی آپ جیسا امت میں نہیں ہے آپ کے ہوتے ہوئے کسی اور کو جانشین کہنا اور ماننا صحیح نہیں ہے۔"{مترجم}

آیہ مباہلہ میں امیر المومنین (علیہ السلام) کی فضیلت کا انکار:

ایك شبهه:

» اگر یہ کہا جائے کہ حضرت علی نفس پیامبر اکرم ہیں تو نعوذ باللہ یہ ایک توہین ہے گویا یہ کہنا چاہتے ہیں کہ حضرت فاطمہ زہرا کا شوہر ان کے والد ،رسول اللہ (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) تھے «

» لہذا یہ تفسیر ہی غلط ہے کہ اللہ نے حضرت علی کو نفس پیغمبر قرار دیا ہو » کیونکہ اس سے یہ لازم آتا ہے کہ اگر حضرت علی نفس پیغمبر ہیں تو پیغمبر کی بیٹی ان کی بیٹی بھی ہے۔ جب ایسا ہے تو لازم آتا ہے کہ آپ نے نعوذ باللہ اپنی بیٹی سے شادی کی ہو۔

بنابریں یہ تفسیر جسمی طور پر بھی، علمی اور ظاہری طور پر بھی اور فضیلت کے اعتبار سے بھی قابل تطبیق نہیں ہے۔

جواب: ہم اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں کہ اہل بیت علیہم السلام کے دشمنوں کو احمق لوگ قرار دیا ہے۔

اب دیکھے کہ یہ «إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ» تمام مومن آپس میں بھائی بھائی ہیں لہذا اس کا مطلب یہ ہوا کہ سب لوگوں نے اپنی بہنوں کے ساتھ شادی کی ہیں؟ کیونکہ آیت کے مطابق تو سارے مومنین ایک دوسرے کے بھائی ہیں۔ یہاں «مثل اخوه» نہیں کہا ہے بلکہ «انما المومنین اخوه.» کہا ہے۔

اب ہم ان لوگوں سے کہتے ہیں: یہ جو تم لوگوں نے اپنی بیویوں سے شادی کی ہے یہ مومن ہیں یا نہیں؟ قرآن میں جہاں بھی «یا ایها الذین آمنوا» آیا ہے، مراد مرد اور عورت دونوں ہے مثلا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ۔

اے ایمان والوں تم پر روزے کو فرض کیا ہے جس طرح تم سے پہلے والے لوگوں پر روزہ فرض تھا تاکہ تم لوگ متقی اور پرہیز گار بنے۔

سورہ بقرہ (2): آیہ 183

اب یہاں حکم مرد کے ساتھ خاص نہیں ہے۔

دیکھیں «یزید» کے بارے میں «عبداللہ بن حنظلہ» نے کہا:

ینکح الأمهات والبنات والأخوات.

ہم ایسے آدمی کے پاس سے آرہے ہیں کہ جو اپنی ماوں، بیٹیوں اور بہنوں کے ساتھ نکاح کرتا ہے.

تاريخ مدينة دمشق، أبي القاسم علي بن الحسن إبن هبة الله بن عبد الله الشافعي (متوفای 571)، دار النشر: دار الفكر - بيروت - 1995، تحقيق: محب الدين أبي سعيد عمر بن غرامة العمري، ج27، ص429

اب ﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ﴾ کا کیا معنی ہے؟ کیا تم لوگ اپنی بہنوں کے ساتھ شادی کر رہے ہو؟

اسی طرح «صحیح مسلم» کے حدیث 2383 کے بارے میں کہ جو صحیح مسلم تین چار دفعہ تکرار ہوئی ہے:

» قال سمعت عَبْدَ اللَّهِ بن مَسْعُودٍ يحدث عن النبي صلى الله عليه وسلم أَنَّهُ قال لو كنت مُتَّخِذًا خَلِيلًا لَاتَّخَذْتُ أَبَا بَكْرٍ خَلِيلًا وَلَكِنَّهُ أَخِي «

عبداللہ بن مسعود سے سنا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا: اگر یہ طے ہوتا کہ میں کسی کو اپنا دوست انتخاب کرتا تو میں ابو بکر کو انتخاب کرتا لیکن وہ میرا بھائی ہے.

صحيح مسلم، مسلم بن الحجاج أبو الحسين القشيري النيسابوري (متوفای 261)، دار النشر: دار إحياء التراث العربي - بيروت، تحقيق: محمد فؤاد عبد الباقي، ج4، ص1855، ح2383

لہذا جب ابو بکر رسول اللہ ص کے بھائی بنا تو « عایشہ » پیغمبر ص کے بھائی کی بیٹی ہوئی!! اب کیا پیغمبر ص نے اپنے بھائی کی محرم بیٹی سے شادی کی ہے ؟

ایک سوال: اگر ایسی کوئی روایت ہوتی تو کیوں سقیفہ کے دن اس روایت سے کیوں استفادہ نہیں کیا اور اس حدیث کے ذریعے مخالفین پر حجت تمام کیوں نہیں کیا؟

اس کو حضور پاک ص نے صرف عبد اللہ مسعود کے کان میں نہیں کہا تھا اگر ایسی روایت ہوتی تو جناب عائشہ اس کو پہلے سناتی یا خود ابو بکر سناتے۔

»قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ادع لی أخی قلنا: أبو بکر قلنا: ادع لی أخی قلنا: عمر قال: ادع لی أخی قلنا: عثمان: قال نعم فخلا به النبی صلى الله عليه وسلم فقال له: إن الله مقمصك قميصا فإن أراد المنافقون خلعه فلا تخلعه حتى تلقانی«

پیغمبر {ص} نے فرمایا: میرے بھائی کو بلا لائے، ہم نے کہا: ابو بکر کو؟ فرمایا نہیں؟ فرمایا: میرے بھائی کو لے کر آئے۔ ہم نے کہا: عمر کو؟ فرمایا: نہیں۔ پھر فرمایا: میرے بھائی کو بلا لائے۔ ہم نے کہا عثمان کو؟ آپ نے فرمایا: ہاں عثمان میرا بھائی ہے۔ آپ نے عثمان کو بلایا اور عثمان کے ساتھ گفتگو کی اور فرمایا: اللہ نے خلافت کا کی قمیص تمہیں پہنائی اور اگر منافقین اس کو اتارنا چاہیئے تو تم اس کو نہیں اتارنا، یہاں تک کہ تم مجھ سے ملاقات کرو۔

فضائل الخلفاء الراشدين، أبو نعيم أحمد بن عبد الله بن أحمد الاصبهانی (متوفای 430)، ج1، ص64

اب دیکھیں مسلم کی روایت میں ابو بکر کو اپنا بھائی کہا لیکن یہاں عثمان کو اپنا بھائی قرار دئے رہے ہیں۔

»وقال رسول اللهِ صلى الله عليه وسلم إِنَّ أَمَنَّ الناس عَلَيَّ فی مَالِهِ وَصُحْبَتِهِ أبو بَكْرٍ وَلَوْ كنت مُتَّخِذًا خَلِيلًا لَاتخذت أَبَا بَكْرٍ خَلِيلًا وَلَكِنْ إِخوة الْإِسْلَامِ«

صحيح مسلم، مسلم بن الحجاج أبو الحسين القشيری النيسابوری (متوفای 261)، دار النشر: دار إحياء التراث العربی ـ بيروت، تحقيق: محمد فؤاد عبد الباقی، ج4، ص1854، ح2382

اب کیا کوئی عاقل کہہ سکتا ہے کہ یہ یہاں بھائی کہنا عقلی طور پر صحیح نہیں ہے؟ یہاں اسلامی بھائی اور اخوت اسلامی مراد ہے نہ جسمی طور پر بھائی ہونا۔

لہذا اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم یہ فرماتے ہیں علی میری جان ہیں تو یہاں کیا یہاں فزیکی طور پر ان دونوں کا ایک ہونا لازم آئے گا؟ اب یہاں ایک بچہ بھی جب سنتا ہے کہ فلان میری جان ہے تو وہ سمجھتا ہے کہ یہاں فیزکی اور جسمی طور پر ایک ہونا مراد نہیں ہے۔

من کیستم لیلی، و لیلی کیست من، ما یکی روحیم اندر دو بدن.

میں کون ہوں؟ میں لیلی ہوں۔ لیلی کون ہے؟ لیلی میں ہوں ہم دو بدن میں ایک روح ہیں۔

لہذا یہاں حقیقت میں دو کا ایک ہونا مراد تو نہیں ہے یہ اعتباری اور فرضی چیزیں ہیں، جب یہ کہا جائے علی علیہ السلام، رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کی جان ہیں تو یہاں مقصد یہ ہے کہ جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کی جان اللہ کے نزدیک عزیز ہے، علی علیہ السلام کی جان بھی عزیز ہے۔ یعنی حقیقت میں یہاں فضیلت میں ایک قسم کی برابری مراد ہے۔ «الا ما خرج بدلیل.» مگر یہ کہ کسی خاص دلیل کی وجہ سے کسی صفت میں شریک نہ ہو۔ جیسا کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم پر وحی نازل ہوتی ہے اور آپ صاحب شریعت ہیں لیکن حضرت علی علیہ السلام ایسا نہیں ہے، اب اس قسم کے موارد کے علاوہ بہت سی فضیلتوں میں آپ دونوں مساوی ہیں۔

لہذا یہاں صفات اور خصوصیات میں ایک جیسا ہونا مراد ہے مثلاً جب کہا جاتا ہے فلان ڈاکٹر کے پاس جائے یا اس دوسرے کے پاس جائے دونوں ایک جیسے ہیں دونوں ماہر اور تجربہ کار، رحم دل اور ذمہ داری سے اپنے وظیفے کو انجام دینے والے ہیں۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے فضائل سے جنگ۔

جیسا کہ بیان ہوا کہ یہ آیت اہل بیت میں سے خاص کر جناب امیر المومنین علیہ السلام کے اہم ترین فضائل میں سے ہے لہذا بعض لوگوں نے اس میں سے جناب امیر المومنین علیہ السلام کے نام کو ہٹانے کی بھی کوششیں کی ہے۔

دیکھیں حاکم نیشاپوری کی کتاب کی ایک روایت میں حضرت زہرا سلام اللہ علیہا اور امیر المومنین علیہ السلام کے ناموں کا ذکر نہیں کیا ہے؛

» فجاء النبی صلی الله علیه و سلم و جمع ولده و الحسن و الحسین«

رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے اپنی اولاد کو جمع کیا اور حسن و حسین علیہما السلام کو جمع کیا.

المستدرك علی الصحیحین، محمد بن عبدالله أبو عبدالله الحاکم النیسابوری (متوفای 405)، دار النشر: دار الکتب العلمیة- بیروت - 1411هـ - 1990م، الطبعة: الأولی، تحقیق: مصطفی عبد القادر عطا، ج2، ص64

» مصنف ابن ابی شیبه » میں نقل ہوا ہے:

»ولما غدا إلیهم رسول الله صلی الله علیه و سلم أخذ بید حسن و حسین و کانت فاطمة تمشی خلفه«

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے ان کی طرف حرکت کی تو حسن و حسین علیہما السلام کے ہاتھ پکڑا اور جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا بھی آپ کے پیچھے چلنے لگیں.

الکتاب المصنف فی الأحادیث والآثار، أبو بكر عبد الله بن محمد بن أبی شیبة الکوفی (متوفای 235)، دار النشر: مکتبة الرشد — الریاض — 1409، الطبعة: الأولی، تحقیق: کمال یوسف الحوت، ج7، ص426، حدیث37014

ابن قیم جوزیہ نے جلاء الافھام میں حضرت علی علیہ السلام کے نام کو ہٹا کر یوں نقل کیا ہے:

لما انزل الله سبحانه : آية المباهلة : فمن حاجك فيه من بعد ما جاءك من العلم فقل تعالوا ندع ابناءنا وابناءكم ونساءنا ونساءكم وانفسنا وانفسكم ثم نبتهل فنجعل لعنت الله على الكاذبين. آل عمران / 61

دعا النبی (صلی الله علیه و آله) فاطمة وحسنا وحسينا وخرج للمباهلة.

ابن قیم ، جلاء الافهام ، چاپ دار عالم الفوائد ، ج ١، ص264.

اب اس قسم کی اور بھی نمونے موجود ہیں :

بنی امیہ کی نسل نے جو روایتیں بھی امیر المومنین اور خمسہ طیبہ کے فضایل پر مشتمل تھیں ایک ایک کر کے بدلنے اور ان کے مقابلے میں دوسروں کے لئے روایتیں بنانے کی کوشش کی۔ مثلا « حسن اور حسین بہشت کے جوانوں کے سردار ہیں . » اس کے مقابلے میں "ابو بکر اور عمر جنت کے بوڑھوں کے سردار ہیں" والی جعلی روایت بنائی۔ رسول اللہ ص نے فرمایا: « میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ » ؛ بنی امیہ والوں نے " ابو بکر اس شہر کا چھت ، عمر اس کی دیوار اور عثمان اس کا صحن اور معاویہ ۔۔۔" والی جعلی روایت بنائی۔ اسی طرح مباہلہ والی روایت کا مقابلہ کرنے کے لئے جعلی حدیث کا سہارا

» تاریخ مدینۃ دمشق » میں چار کذاب سے نقل ہوا ہے۔

»أخبرنا أبو عبد الله محمد بن إبراهيم أنبأ أبو الفضل بن الكريدى أنبأنا أبو الحسن العتيقى أنا أبو الحسن الدارقطنى أنا أبو الحسين أحمد بن قاج أنا محمد بن جرير الطبرى إملاء أنا سعيد بن عنبسة الرازى أنا الهيثم بن عدى قال سمعت جعفر بن محمد عن أبيه فى هذه الآية (تعالوا ندع أبناءنا وأبناءكم ونساءنا ونساءكم وأنفسنا وأنفسكم) قال فجاء بأبى بكر وولده وبعمر وولده وبعثمان وولده وبعلى وولده«

جب یہ آیت نازل ہوئی تو ابو بکر اپنے بچوں کے ساتھ چلا اور عمر اپنے بچوں کے ساتھ اور عثمان اور علی اپنے بچوں کے ساتھ چلا۔

تاریخ مدینة دمشق وذكر فضلها وتسمية من حلها من الأماثل، أبى القاسم على بن الحسن إبن هبة الله بن عبد الله الشافعى (متوفاى571)، دار النشر: دار الفكر ـ بيروت ـ 1995، تحقيق: محب الدين أبى سعيد عمر بن غرامة العمرى، ج39، ص177

اب دیکھے یہاں ﴿ونساءنا﴾ غائب ہے ؟! جعل کرنے والے کو یہ یاد نہیں رہا کہ یہاں یہ کہہ دیتا کہ ابو بکر بیوی بچوں کے ساتھ آیا، عمر بیوی بچوں کے ساتھ ۔۔۔۔ لہذا لفظ نساء کو اس جعلی روایت کا حصہ بنانا ہی بول گئے۔

لفظ « ولد » کو لایا لیکن ﴿ونساءنا ونساءكم﴾ کا ذکر نہیں کیا.

» آلوسی « نے تفسیر « روح المعانی » میں اسی جعلی روایت کو لایا ہے اور پھر بعد میں اس کو رد کیا ہے۔

»وأخرج ابن عساکر عن جعفر بن محمد عن أبیه رضی الله تعالی عنهم أنه لما نزلت هذه الآیة جاء بأبی بکر وولده وبعمر وولده وبعمر وولده وبعثمان وولده وبعلی وولده وهذا خلاف ما رواه الجمهور«

ابن عساکر نے اس کو نقل کیا ہے لیکن یہ معروف نقل کے خلاف ہے۔

(روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم و السبع المثانی، العلامة أبی الفضل شهاب الدین السید محمود الألوسی البغدادی (متوفای 1270ھ)، دار النشر: دار إحیاء التراث العربی — بیروت، ج3، ص190)

آلوسی سلفی ہے پھر بھی انصاف پسندی سے کام لیا۔

اب اس روایت کے جعلی ہونے کے سلسلے میں صرف ایک راوی کا حال دیکھے « المغنی فی الضعفا » میں « ذہبی » نے « سعید بن عنبسة الرازی » کے بارے میں لکھا ہے۔

»سعید بن عنبسة الرازی عن عباد بن العوام، کذبه ابن معین وغیره.«

ابن معین اور دوسروں نے کہا ہے کہ یہ جھوٹا آدمی ہے.

المغنی فی الضعفاء، الإمام شمس الدین محمد بن أحمد بن عثمان الذهبی (متوفای 748ھ)، تحقیق: الدکتور نور الدین عتر، ج1، ص264

اب اس کے باقی راویوں کی بھی یہی حالت ہے بنی امیہ کی نسل نے ایسا ماحول بنایا تھا کہ بیوقف سے بیوقف لوگوں نے بھی جعلی روایات بنائی۔

ہم نے اہل سنت کی اہم ترین کتاب صحیح مسلم سے اس کو نقل کیا اور حاکم نیشاپوری کے ادعا کے مطابق یہ متواتر روایت ہے۔

https://www.valiasr-aj.com/urdu/shownews.php?idnews=2032